مولانا سعید الحق جدون*

رسم قرآنی اور اختلاف قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے خود لی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے انا نحن نزلنا الذکرو انا له لحافظون "(۱) " بیشک ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے" قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے، امت مسلمہ نے نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ کیا ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی نقل کی ہیں۔ قرآن کا متن، رسم، قراءات اور ترتیب وہی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے اس کے متن کے غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے مختلف قسم کے اعتراضات کیئے قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں مذکورایت کی روشنی میں ظاہر ہوجاتا ہے کہ ان مستشرقین کی یہ کوشش ناکام اور نامراد ہی ہوگی۔ اس کتاب میں ابہام پیدا کرنے کی غرض سے خواہ یہ مستشرقین دن رات ایک کر کے محنت کریں، تب بھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

مغرب کے مستشرقین قرآن کریم سے متعلقہ جملہ علوم وفنون مثلاً قراءات، رسم قرآنی، شاذ قرات، قراء کے طبقات، وغیرہ موضوعات پر متقدمین کی تصنیف کردہ کتب کی نشرواشاعت میں خاصی دلچسپی لے رہے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر علم حدیث، علم فقہ اور علم لغت وغیرہ دیگر مشرقی علوم میں تصنیف کردہ متقدمین کی کتب کی بھی نشرواشاعت میں مصروف ہیں۔ ان مستشرقین میں سے اکثریت کی کوششیں خود ان کے اس دلچسپی کے پس پردہ خطرناک مقصد کی نشان دہی کرتی ہیں۔ یہ اعتراضات اسلام سے متعلق ان مستشرقین کے بے جا تعصب اور جہالت کے بھرپور عکاس ہیں۔ یہ اسلام کا نور ہی تھا، جس سے

---

* لیکچرر گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چیمئی گدون

بصیرتوں کے پاک ہوجانے کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے تھے اور یہ زمین وہ زمین نہ رہی تھی جو کسی زمانے میں تھی۔ مستشرقین چاہے اپنی کوششوں کو جھوٹ، دھوکے بازی اور جعل سازی کے ذریعے آزادانہ علمی تحقیقات باور کرواتے رہتے ہیں، تاہم ان کے خفیہ مقاصد بالکل ظاہر ہیں۔

مستشرقین کے اہداف اور مقاصد

اگر مستشرقین کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین کے اہداف اور مقاصد تین امور پر مشتمل ہیں:

(۱) دینی اور تبلیغی: مستشرقین دین مسیحیت کی تبلیغ اور ترویج کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دین اسلام کی تضعیف اور اسکی تحریف کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

(۲) سیاسی اور استعماری: ان کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اگر اسلام ایک بڑا طاقتور بن کر اس دنیا میں ابھر جائے تو ہمارے لئے بڑے خطر کا سامنا ہوگا اگر مسلمانوں کو متفرق اور مختلف گروپوں میں تقسیم کیا جائے تو یہ خطرہ ٹل سکتا ہے۔

(۳) ہدف علمی: مستشرقین کا ایک گروہ صرف ہدف علمی رکھتے تھے انہوں نے صرف اپنی علمی بضاعت و اطلاعات کے افزایش کیلئے اس شرق شناسی کو اپنا پیشہ قرار دیا تھا، اور ان کی اسلام سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کے مختلف ممالک کے علمی مراکز میں جا کر علمی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے اور قرآن پر ریسرچ کرتے تھے اس قسم کے دانشمند حضرات اپنی علمی تحقیق کے نتیجہ میں سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں بطور یادگار چھوڑ کر چلے گئے ہیں گوستا فلوگل کی کتاب ''المعجم المفہرس لالفاظ القرآن'' اسکی مثال ہے۔ (۲)

اختلاف قراءات کی بنیاد

حضرت حذیفہ بن الیمان آرمیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قراءتوں میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور خدمت میں حاضر ہو کر پوری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں آرمیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ ابی بن کعبؓ کی

قراءت میں پڑھتے تھے جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوئی تھی۔ اس بنا پر وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ (۴)

مصحف عثمانی میں املائی تحسینیات

حضرت عثمانؓ نے جو مصحف تیار کیا اس پر نقطے اور اعراب نہ تھے بعد میں جوں جوں زمانہ گزرتا گیا لوگ قرآن کریم کے رسم الخط کی آسانی اور تحسین کے لیے مختلف طریقے اختیار کر گئے جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگ قرآن میں التباس سے بچ جائیں تا کہ کوئی غیر قرآن کو قرآن نہ سمجھے اور پڑھنے والوں کو پڑھنے میں آسانی ہو چنانچہ اس مقصد کے لئے قرآنی رسم الخط میں بہت سے املائی تحسینات ہوئیں۔ مثلاً نقاط و حرکات لگانا، قرآنی رسم الخط کی تحسین و آرائش اور عجم کی آسانی کے لئے اس پر نقاط و حرکات لگائے گئے، یہ حرکات اور نقاط کس نے لگائے اس میں اختلاف ہے لیکن مشہور قول یہ ہے کہ یہ ابوالاسد الدولی تھے۔ ابوالاسود نے خلیفہ عبد الملک (۵) یا زیاد بن ابی سفیان (۶) کے حکم سے قرآن کے نقطے لگائے۔ اسی طرح ایات اور رکوعات کی علامات لگانا اور اجزاء و منازل کی تقسیم بھی اس سلسلے کی کڑی ہے

سبعۃ احرف کے بارے میں وارد احادیث

سبعۃ احرف کی روایات زیادہ تر تین صحابہ سے مروی ہیں حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ ، ان تمام روایات کو ذکر کرنے کے بجائے بخاری کی روایت ذکر کرتے ہیں جس سے سبعۃ احرف کی وضاحت ہوتی ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......

سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقراء سورة الفرقان فی حياة رسول الله صلی الله عليه وسلم فاستمعت لقراته فاذا هو يقراء على حروف كثير لم يقرائنيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فكدت اساوره فی الصلاة فتصبرت حتی سلم فلببته بردائه فقلت: من اقرا ك هذه السورة التی سمعتك تقرا؟ قال: اقرائنيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: كذ بت فان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد اقرائنيها على غير ما قرات ، فانطلقت به اقوده ا لی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت:ا نی سمعت هذا يقرا بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"ارسله اقرا ء يا هشام فقرا عليه القراء ة التی

سمعته يقراء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كذلك انزلت ثم قال: اقرء يا عمر! فقرات القراء ة التى اقرانى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كذلك انزلت ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرء وا ما تيسر منه." (۷)

ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا، ان سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے بیان کیا، انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ الفرقان نماز میں پڑھتے سنا، میں نے ان کی قراءت کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف پڑھ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھایا تھا، قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی میں پکڑ لیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر سے ان کی گردن باندھ کر پوچھا یہ سورت جو میں نے ابھی تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے، تمہیں کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے مختلف دوسرے حرفوں سے پڑھائی جس طرح تم پڑھ رہے تھے۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اس شخص سے سورہ الفرقان ایسے حرفوں میں پڑھتے سنی جن کی آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ تم پہلے انہیں چھوڑ دو اور اے ہشام! تم پڑھ کے سنا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان ہی حرفوں میں پڑھا جن میں میں نے انہیں نماز میں پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا عمر! اب تم پڑھ کر سنا میں نے اس طرح پڑھا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سن کر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے پس تمہیں جس طرح آسان ہو پڑھو۔

حافظ ابو یعلی کی مسند میں یہ منقول ہے کہ "حضرت عثمانؓ نے برسر منبر فرمایا جس نے آپ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو کہ قرآن سات قراءتوں پر اتارا گیا ہے تو میں اسے قسم دیتا ہوں کہ کھڑا ہو کر اس کی

شہادت دے یہ سن کر بے شمار صحابہ کھڑے ہوگئے حضرت عثمانؓ نے فرمایا ان کے ساتھ میں بھی اس بات کی شہادت دیتا ہوں" یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے محدثین نے اس حدیث کو متواتر قرار دیا ہے(۸)

سبعۃ احرف کی نوعیتیں

اس حدیث میں سبعۃ احرف کے الفاظ وارد ہوئے ہیں احرف، حرف کا جمع ہے جس کا معنی ہے طرف یا جہت، حرف قراءات کو بھی کہتے ہیں مثلاً ابن جزری کا قول ہے کا نت الشام تقرء بحرف عامر "اہل شام عامر کی قراءت کے مطابق پڑھا کرتے تھے"(۹) سبعۃ احرف کے معنی ومفہوم کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے اس بابت میں اس سلسلے میں علامہ زرکشی نے چالیس جبکہ جلال الدین سیوطی نے چالیس اقوال ذکر کیے ہیں۔(۱۰) لیکن محققین علماء کے نزدیک اس میں راجح مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو قراءتیں اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، ان میں باہمی فرق واختلاف کل سات نوعیتوں پر مشتمل ہے، اور وہ سات نوعیتیں یہ ہیں

(۱) اسماء کا اختلاف: جس میں إفراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر وتانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، مثلا ایک قرأت میں تمت میں تمت کلِم ربِك ہے اور دوسری قرأت میں تمت کلِمات ربِك،

(۲) افعال کا اختلاف: کہ کسی قرأت میں صیغہ ماضی ہے، کسی میں مضارع اور کسی میں امر مثلا ایک قراءت میں ربنا باعِد بین اسفارِنا ہے اور دوسری میں ربنا بعد بین اسفارِنا

(۳) وجوہ اعراب کا اختلاف: جس میں اعراب یا زیر زبر پیش کا فرق پایا جاتا ہے، مثلا لا یضار کاتِب کی جگہ لا یضار کاتبُ اور ذولعرشِ المجِید کی جگہ ذو العرشِ المجِید (۱) الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف؛ کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو مثلا ایک قراءت میں تجرِی مِن تحتِھا الانھار اور دوسری میں تجری تحتھا الانھار (۴) تقدیم وتاخیر کا اختلاف؛ کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم ہے اور دوسری میں موخر ہے، مثلا وجآء ت سکر الموتِ بالحق اور وجاء ت سکرۃ الحقِ بِالموتِ،

(۵) بدلیت کا اختلاف؛ کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ مثلا ننشِزھا اور ننشرھا، نیز فتبینوا اور فتثبتوا (٦) لہجوں کا اختلاف: جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، مد، قصر، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلافات داخل ہیں، یعنی اس میں لفظ تو نہیں بدلتا، لیکن اس کے

پڑھنے کا طریقہ بدل جاتا ہے، مثلاً موسیٰ کو ایک قراءت میں موسی کی طرح پڑھا جاتا ہے،
بہر حال! اختلافِ قرأت کی ان سات نوعیتوں کے تحت بہت سی قراءتیں نازل ہوئی تھیں اور انکے باہمی فرق سے معنی میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوتا تھا۔ صرف تلاوت کی سہولت کیلئے انکی اجازت دی گئی تھی، (۱۱)

مستشرقین کے اعتراضات کا خلاصہ: مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن پہلی دو صدیوں کے دوران اپنی تکمیلی شکل و صورت کے مراحل سے گذرتا رہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ و عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن مکمل نہ ہونے کی وجہ سے گویا تحریفات اور کمی بیشی کا شکار ہوتا رہا۔ ان مستشرقین کا موقف حسب ذیل چار باتوں پر مشتمل ہے

(۱) اسلامی تاریخ کے مصادر، عصری تحقیقی معیارات پر پورا نہیں اترتے لہٰذا ان کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔

(۲) جزیرہ عرب کے مضافاتی علاقوں میں کھدائی کے دوران جو آثار اور قدیم تحریری نقوش دریافت ہوئے ہیں وہ یہ بات واضح کرتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں قرآن موجودہ شکل میں نہیں تھا۔

(۳) قدیم قرآنی مخطوطات جو یمن کے شہر صنعاء سے ماضی قریب میں برآمد ہوئے ہیں وہ ایک لمبا عرصہ قرآنی متن میں اِرتقا اور تغیرات کا اِشارہ دیتے ہیں۔

(۵) قرآنی متن کے تنقیدی مطالعے سے کتابت اور تحریر قرآن میں غلطیوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مستشرقین مختلف مصاحف قدیمہ میں وارد تفسیری روایات، شاذہ قراءات اور ذاتی و نجی مصاحف کی بناء پر ان میں موجود رسم عثمانی کے برعکس رسم قیاسی و اِملائی کو بھی قرآن میں تحریف کا ایک اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مصاحف قدیمہ میں رسم اور قرأت کی تبدیلیوں کو اکثر مستشرقین قرآنی نص میں ارتقاءات کا نام دیتے ہیں، بیسویں صدی عیسوی میں جن مستشرقین نے خصوصیت سے متن قرآنی میں ارتقاءات کا نظریہ قائم کیا ہے ان میں گولڈ زیہر (Goldziher)، الفونس منگانا (Alphonse Mingana)، آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اور ڈاکٹر جی۔ آر پیوئن (Dr.G.R.Puin) قابلِ ذکر ہیں، ذیل میں قرآنی نص کے بارے میں ان کے افکار و آراء کا تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔ (۱۲)

مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ

قرآن حکیم کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے ذہنی پس منظر اور طریق کار کے بارے میں کچھ حقائق کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ہم ان کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکیں گے۔

جہاں تک اسلامی تحقیق کے دوران ان کے رویے اور ذہنی پس منظر کا تعلق ہے مستشرقین نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت قلمی صلیبی جنگ (Crusade by Pen) میں مصروف ہیں۔ذیل میں ان اسباب کو بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے مستشرقین کو غلطی ہوئی۔

(۱) جانب دارانہ تحقیق

یہ لوگ خالی الذہن ہو کر تحقیق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ہم غیر جانبدرانہ نہیں رہ سکے۔اس صورت میں ہم فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

تحقیق کا بین الاقوامی مسلمہ اصول ہے کہ تحقیق شروع کرنے سے قبل اور تحقیق کے دوران محقق خالی الذہن اور غیر جانبدار رہے۔پہلے سے طے شدہ کسی مقصد کو ذہن میں رکھے بغیر تحقیق کی جائے۔اگر پہلے سے طے شدہ کوئی مقصد ذہن میں رکھ کر تحقیق کی جائے گی تو اسے تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔جبکہ مستشرقین کے ہاں اس بات کا مکمل فقدان ہے۔وہ پہلے ایک مقصد طے کرتے ہیں پھر ہر طرح کے مآخذ سے اپنے مقصد کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل تلاش کرتے ہیں۔ان کے ذہن میں مقصد یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن ایک طویل عرصے تک جمع نہیں کیا گیا اس کے لیے وہ محض اپنے ظن وگمان کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مسلمان، متنِ قرآن کو محفوظ کرنے کے بارے میں غیر محتاط اور بے نیاز رہے اور حضرت عثمان غنیؓ کے دور تک قرآن جمع نہیں کیا گیا۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ان تمام بنیادی حقائق ومسلمات کو بھول جاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے ساتھ ہی قرآن کو سینوں اور کتابت کی صورت میں محفوظ کرنے کا بہترین اہتمام موجود تھا۔ایک طرف مستند مآخذ کی روشنی میں ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پہلے دن ہی سے محفوظ چلا آرہا ہے، دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے صرف ایک فقرے میں کہہ دینا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے۔عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کہ حفاظتِ قرآن کے قائلین اعتماد اہتمام اور مستشرقین کے ظن وگمان کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔اگر کوئی شخص تمام سائنس دانوں اور محققین کی تحقیقات کے بارے میں کہہ دے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو اسے نہ ماننے کی کوئی دلیل بھی تو دینی چاہیے۔بغیر کسی دلیل کے اس کا دعوی ماننا قرین انصاف نہیں ہے

مستشرقین کا قرآن کی عدم صحت کے بارے میں نقطہ نگاہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ

ان کے نقطہ نگاہ میں کوئی اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جس طرح مشرکینِ مکہ میں کوئی تو قرآن کو شاعر کا کلام کہتا تھا کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا۔ مشرکین کے اعتراضات کے بے بنیاد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کسی ایک موقف پر اکٹھے نہیں ہو سکے تھے سب کی زبانیں مختلف تھیں۔ مستشرقین کی حالت بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے حوالے سے یہ لوگ تضادات کا شکار ہیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی سے ہی غیر محفوظ ہے اور لکھا نہیں گیا لہذا بعد میں اس کے اکٹھا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں تو اکٹھا ہو گیا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کے اصل متن کو باقی نہیں رہنے دیا۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پہلے دونوں ادوار میں تو قرآن مکمل طور پر موجود تھا لیکن حضرت عثمان غنیؓ نے اس کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جن مآخذ کی مدد سے ان لوگوں نے تاریخ تدوینِ قرآن پر تحقیق کی وہ ان سب کے ہاں مشترک ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ان مآخذ سے ایک موقف اختیار کیا ہے دوسرے نے اسکے بالکل برعکس نقطہ نگاہ اختیار کر لیا۔

تحقیق کی بنیاد ظن اور تخمینات پر

مستشرقین، اسلام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تشکیک کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسلامی تاریخ سے ثابت شدہ مسلمات کے بارے میں محض اپنے ظن و گمان کی بنیاد پر شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں مسلمہ حقائق کے مقابلے میں ان کی کتابوں میں (Might be, Perhaps, may be, It may have so, It is assumed) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ گویا ظن و تخمین اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر ہم خالص عقل اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کریں تو عقل و انصاف یہی کہتا ہے کہ ایک طرف مسلمہ حقائق اور نصوص ہوں دوسری جانب اس طرح کا ظن و گمان ہو تو یقینی بات کو تسلیم کرنا چاہیئے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مستشرقین کے بارے میں اگرچہ یہ چرچا ہے کہ وہ معروضی اور غیر جانبدرانہ تحقیق کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک شخص ایک مخصوص مقصد کے تحت ایک نظریہ پیش کرتا ہے تو ان کی بہت بڑی تعداد اس کی تقلید میں وہی نظریہ اختیار کر لیتی ہے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ مستشرقین کی اتنی بڑی تعداد نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا ہے حالانکہ یہ نقطہ نگاہ ایک فرد کا ہوتا ہے ایک جماعت کا نہیں ہوتا۔ جارج سیل نے جو کچھ لکھا ہے بعد میں جو مستشرقین آتے ہیں وہی غلطیاں دہراتے ہیں۔ (جاری ہے)